ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کے چھ خطوط

* بشیر محمود اختر

[جناب بشیر محمود اختر (پ ۱۷ اپریل ۱۹۳۶ء) کا تعلق میرپور، ایبٹ آباد سے ہے، آپ نے ۱۹۵۷ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے بی۔ ایڈ کیا اور اورئینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۶۱ء میں ایم۔ اے اردو کی ڈگری حاصل کی آپ نے لیکچرار اُردو کی حیثیت سے آزاد جموں و کشمیر اور پنجاب و سرحد کے مختلف کالجز میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۰ء میں سینئر ایڈیٹر کی حیثیت سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں تعیناتی ہوئی اور یہاں آپ نے ڈپٹی ڈائریکٹر پلاننگ اینڈ پروڈکشن اور چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں اور جون ۱۹۹۶ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے سبکدوش ہوئے۔ جناب بشیر محمود اختر، علمی و تحقیقی ذوق رکھتے ہیں۔ آپ ماہنامہ ''انجمن'' لندن کے مدیر بھی رہے، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ سے ''انجیل برناباس کی متنازعہ حیثیت کا جائزہ'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ایم۔ فل کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی دلچسپی کے خاص موضوعات ''انجیل برناباس''، ''مطالعہ قرآن و بائبل'' اور مطالعہ عیسائیت رہے ہیں۔ آپ کی چند معروف تالیفات درج ذیل ہیں:

- انجیل بارناباس کا مطالعہ، مطبوعہ شعبہ تصنیف و تالیف، دارالعلوم اسلامیہ، بفہ ہزارہ ۱۹۷۴ء
- مطالعہ بائبل و قرآن، مطبوعہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء
- "A Study of The Gospel of Barnabas" مطبوعہ اسلامی مشن لاہور، ۱۹۷۹ء
- ذخیرۃ الملوک از حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی، ترجمہ مولانا صدرالدین الرفاعی، تلخیص و تسہیل، بشیر محمود اختر، مجلس علم و ادب، ایبٹ آباد، ۱۹۹۹ء
- نقد و تشخیص (کتابوں پر تبصرے) مجلس علم و ادب، ایبٹ آباد، ۱۹۹۹ء

جناب بشیر محمود اختر صاحب کی ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ سے خط و کتابت زیادہ تر انجیل برناباس'' سے متعلق ہوتی رہی۔ ذیل کے چھ خطوط میں زیادہ تر معلومات اسی سے متعلق ہیں۔ جناب بشیر محمود اختر نے کمال مہربانی و شفقت سے ان خطوط کے نقول ارسال کیے اور ان کے حواشی بھی خود ہی قلم بند کیے۔ (مدیر)]

---

* سابق ایڈیٹر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

4, Rue De Tournon

75006-Paris

۱۶۔ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ (۱)

مکرمی دام لطفکم

میں حجاز گیا ہوا تھا۔ واپسی پر آپ کا عنایت نامہ ملا۔ شکر گزار ہوں۔ ریاض میں وزیر تعلیمات سعودی عربستان سے معلوم ہوا کہ مسجد قرطبہ میں ایک مرتبہ نماز تو سفیروں وغیرہ کی موجودگی میں پڑھائی گئی لیکن عمارت تاحال مسلمانوں کے سپرد نہیں ہوئی کیونکہ اسپینی عوام اس کے سخت خلاف ہیں۔

مجھے انجیل برنابؔی سے کبھی کوئی خصوصی دلچسپی نہ رہی کہ اس پر تحقیقی کام کرتا۔ میری افتادِ طبع ہمیشہ یہ رہی کہ اسلام پیشن گوئیوں پر نہیں، اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے۔ ان حالات میں مجھ سے پیش لفظ لکھوانا کارآمد نہ ہوگا۔(۲)

مخلص

محمد حمید اللہ

۱۔ مطابق دسمبر ۱۹۷۴ء۔ اُس وقت میں گورنمنٹ کالج مانسہرہ میں لیکچرار تھا۔ وہاں میرا قیام ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۰ء تک رہا۔

۲۔ میں نے ڈاکٹر صاحب مرحوم سے درخواست کی تھی کہ میری کتاب ''انجیل برناباس کا مطالعہ'' کے لیے پیش لفظ تحریر فرمائیں۔

4, Rue de Tournon

75006-Paris/France

۷۔ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ (۱)

محترمی

سلام مسنون

مرسلہ کتاب اور عنایت نامہ ابھی ابھی ملے ہیں (۲) دلی شکریہ۔

کتاب طباعت سے پہلے دیکھتا تو کچھ فنی چیزیں غور کے لیے عرض کرتا۔ اب سفر پر پابہ رکاب ہوں۔ غور سے مطالعے کا وقت نہیں، صرف سرسری ورق گردانی کی۔ کچھ تاثرات لکھتا ہوں لیکن خوف ہے کہ وہ عجلت کی وجہ سے غلط فہمی ہی پر مبنی ہوں، اس لیے پیشگی معافی بھی مانگتا ہوں۔

کتاب کے آغاز میں بسم اللہ نہیں ہے۔

ص ۱۵ پر۔ براہ راست انگریزی سے ترجمہ ایک ام۔اے کے لیے بڑی بات نہیں۔ پھر انگریزی بھی تو اصل نہیں، محض ترجمہ ہے۔

ص ۶۸۔۶۹ وغیرہ۔ انگریزی کے ترجمے میں بعض جگہ علمی دیانت اور تطابق اصل کی جگہ احترامِ نبویؐ کے جذبات بے محل غالب آ گئے ہیں۔ علیہ السلام، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت وغیرہ ہم اپنی تحریر میں تو لکھیں لیکن جب وہ اصل میں نہ ہوں، ترجمے میں ان کا آنا محل نظر ہے۔

---

۱ مطابق دسمبر ۱۹۷۴ء

۲ کتاب سے مراد "انجیل بارناباس کا مطالعہ" ہے جو شعبہ تصنیف وتالیف، دار العلوم اسلامیہ، بفہ (ہزارہ) سے اکتوبر ۱۹۷۴ء میں منظر عام پر آئی۔

ص ۱۲۱ پر۔ سیل کی زبان سے ''مشرف بہ اسلام'' ہونا کتنا بے محل ہے۔ اس نے تو ''مرتد ہو کر مسلمان ہو گیا'' لکھا ہوگا۔ نقل کفر کفر نباشد۔ ہم اپنے جذبات پر قابو رکھیں۔

ص ۳، ۴، ۱۶، ۸، ۱۷ وغیرہ بے ربط abrupt نظر آتے ہیں۔ ص ۱۰۸، پر پولوس، پھر پال، ص ۱۰۹ پر پولس یہ اختلافات اچھے نہیں لگتے۔

حوالوں کی تلاش میں بڑی زحمت ہے۔ ص ۱۶۱ پر ۱۵ کے بعد ۶، ۷، ۸ وغیرہ آئے ہیں۔

بارہا ''ایمرکانا'' لکھا گیا ہے۔ صحیح تر تلفظ ''اَمیرِ کانا'' ہوتا ہے۔ ایک جگہ ''اوریل'' کو اسرافیل بتایا گیا ہے۔ عام طور پر مستشرق اسرافیل کو رفائیل یا Scraphin کا معرب خیال کرتے ہیں۔

ص ۱۷۷ پر ''المقتطف'' اور ''الہلال'' کے مدیروں کی تردید میں اس پر اکتفا کی گئی ہے کہ وہ نصرانی ہیں۔ اگر وہ آپ کی تردید میں اس پر اکتفا کریں کہ ''وہ تو مسلمان ہیں'' تو ظاہر ہے کہ آپ کو تکلیف ہی ہوگی۔

اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ۔ آپ بُرا نہ مانیں تو عرض کروں کہ کتاب پڑھنے پر تاثر یہ ہوتا ہے کہ آپ ناطرف دارانہ تلاش حق میں نہیں ہیں بلکہ اپنے پیشگی طے شدہ خیالات کو منوانے پر تلے ہوئے ہیں۔ عبارت ایسی ہونی چاہیے کہ اس طرح کا تاثر نہ ہو۔ بھول کر بھی بے وجہ چوٹ نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے ''دودھ میں مینگنی'' پڑ جاتی ہے۔

بہرحال نقش اوّل اچھا ہے۔ مطالعہ جاری رکھیے اور نقش ثانی کو بہتر بنایئے۔ ایک ترکی دوست بھی برسوں سے اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھ رہے ہیں۔ شاید اب ختم ہوگئی ہے۔

نیازمند

محمد حمید اللہ

4, Rue De Tournon,

Paris-6/France

۶۔رجب ۱۴۰۳ھ (۱)

چہار شنبہ

محترمی زاد مجدکم

سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترمہ رضیہ عباس بیگم نے آپ کی امانتی کتاب بھیجی جو آج صبح ڈاک میں پہنچ گئی (۲) دلی شکریہ۔ میں کوئی تحفہ آئے تو عادۃً رسید بھیجنے کا فریضہ ضرور ادا کرتا ہوں۔ اب یاد نہیں کہ سابق میں بھی یہ کتاب آئی ہو۔ آئی تھی تو رسید ضرور بھیجی ہوگی۔

معلوم نہیں کہ آپ نے موریس بوکائی کی کتاب کس زبان میں پڑھی ہے۔ اصل فرانسیسی میں حدیث شریف کے متعلق جو بحث ہے، وہ قطعاً ناقابل قبول ہے۔ اس سے خطرہ یہ ہے کہ جو جاہل حصہ اول متعلق قرآن سے متاثر ہو اور خوشی سے اچھل پڑے، وہ خیال کرسکتا ہے کہ حدیث کی تنقید بھی صحیح ہی ہوگی۔ بوکائی صاحب خاص خاص لوگوں سے کہتے ضرور ہیں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں لیکن بعض دیگر لوگوں (گارودی، مونتے ای وغیرہ) کے برخلاف تا حال پبلک اعلان نہیں کیا ہے، کم از کم میرے علم میں نہیں آیا۔

---

۱ مطابق اپریل ۱۹۸۳ء (میں ستمبر ۱۹۸۰ء سے اپریل ۱۹۹۶ء تک علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں خدمات سرانجام دیتا رہا)

۲ پروفیسر مسز رضیہ عباس، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، میں ڈائریکٹر ماس ایجوکیشن رہیں۔ وہ ۱۹۸۳ء میں کچھ دنوں کے لیے پیرس جا رہی تھیں تو میں نے اُن کے ہاتھ ڈاکٹر صاحب کے لیے اپنی کتاب "A Study of The Gospel Of Barnabas" (مطبوعہ اسلامی مشن، لاہور، فروری ۱۹۷۹ء) بھجوائی تھی۔

برناباس سے متعلق آپ کی دلچسپی سے متاثر ہوا۔خدا آپ کو برکات سے نوازے۔ مجھے کوئی خاص چیز اس سلسلے میں بیان نہیں کرنی۔بس،خدا کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

انقرہ میں بعض ترکی فاضل بھی چند سال قبل اس پر کام کر رہے تھے۔ہاں! آپ کی نئی طباعت میں ایک انڈکس اور ایک کتابیات (ببلیا گرافی) بھی بڑھ جائیں تو اچھا ہو۔

صفحہ ۵۳ سطر نمبر ۲ میں ولادتِ نبوی ﷺ کو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۵۷۱ سال بعد لکھتے ہیں۔وجہ سمجھ میں نہ آئی۔حضور ﷺ ۵۶۹ء میں پیدا ہوئے۔اس میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بوقت رفع الی السماء یعنی ۳۳ سال حذف بھی کریں تو ۵۳۶ سال ہوں گے۔وہ کہتے ہیں کہ پانچ یا سات سال قبل مسیح پیدا ہوئے تھے۔

صفحہ نمبر ۵۸ تا ۵۹ میں آپ لکھتے ہیں کہ Rafael فرشتہ غیر معروف ہے۔یہ عام طور پر اسرافیل کا فرنگی مترادف ہوتا ہے۔

صفحہ نمبر iii/59 بھی غور طلب ہے۔کیوں نہ انجیل کے الفاظ کے معنے یہ لیے جائیں کہ خدا کی چیز خدا کو دو (مثلاً عبادت کرو) اور قیصر کی چیز قیصر کو دو،یعنی قوانین ملک کی بھی تعمیل کرو،زکات بھی دو،یوں بھی تقسیم دین و حکومت کے لیے قرآن میں طالوت اور اشموئیلؑ کا قصہ قابل غور ہے: قَالُوْا لِنَبِیّ لَّھُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِکاً (۱) پیغمبر کی موجودگی میں ایک الگ بادشاہ! یہ اسلام میں ممنوع نہیں ہے بلکہ ضرورت پر جائز ہے اور تقسیم فرائض،جبکہ واحد فرد سارے کام سرانجام نہ دے سکتا ہو۔جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے بھی لکھا ہے:

اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ بھی ہے،اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر مِنکُمْ بھی ہے۔

قرآن اور انجیل میں اس بارے میں تضاد مجھے تو نظر نہیں آتا۔واللہ اعلم۔

فقیر حقیر

محمد حمید اللہ

۱۔ البقرۃ ۲:۲۴۶

4, Rue de Tournon,

Paris-6/France,

۱۲۔ربیع الانور ۱۴۰۷ھ (۱)

محترمی زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے عنایت نامے سے سرفراز ہوا۔ کچھ عرصہ بعد مرسلہ کتاب بھی ملی (۲) ممنون ہوا اور ورق گردانی پر محسوس ہوا کہ آپ کی معلومات مجھ سے زیادہ ہیں۔ اس لیے کسی تصحیح و ترمیم کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ خدا آپ کے کاموں میں برکت دے۔ مجھے بالکل علم نہیں کہ حال میں ترکی میں انجیل بارناباس کا کوئی نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ (۳) (آپ نے تفصیل بھی نہ دی کہ آپ کی معلومات کا کیا ماخذ ہے) میں وہاں کے احباب سے دریافت کروں گا لیکن وہ ''سکوتیہ'' فرقے کے امام ہیں، جواب کبھی نہیں دیتے۔ آپ چاہیں تو ذیل کے پتے سے دریافت فرمائیں، ممکن ہے جواب ملنا آپ کے نصیبے میں ہو:

Dr. Ekmeleddin Ihsanoglu	اکمل الدین احسان اوغلو
Research Centre for Islamic History	بشِکطاش
P.B. 24, Besiktas , Turkey.	

میں 81 سال کا ہو گیا ہوں۔ زیادہ خدمت نہ کر سکوں تو قصور معاف فرما دیں۔

نیازمند

محمد حمید اللہ

۱۔ نومبر ۱۹۸۶ء ۲۔ یہ کتاب تھی ''مطالعہ بائبل و قرآن'' اس کا پہلا ایڈیشن فروری ۱۹۸۶ء میں خصوصی مطبوعات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سے چھپا تھا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ مجلس علم و ادب ایبٹ آباد کی طرف سے نومبر ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔

۳۔ ۱۹۸۴ء میں ترکی کے شہر حکاری کے ایک قریبی غار سے انجیل بارناباس کا ایک قدیم نسخہ دریافت ہوا ہے۔ اس سلسلے میں کوشش کی تو ترکی کے ایک فاضل ڈاکٹر حمزہ پکتاش کا مقالہ (ترکی زبان کے رسالے میں شائع شدہ) موصول ہوا۔

4, Rue de Tournon,

75006-Paris,

۲۸۔ جمادی الآخرہ ۱۴۰۳ھ

My Dear Niece Razia Begum,

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

Many Thanks for your kind letter. I am sorry, people have given you so much trouble. You have such a beautiful handwriting.

① I am alone, no question of meeting my "family ". I have no telephone either.

② I would request you kindly to send the book by ordinary book-post and I shall immediately send you the amount ان شاء اللہ God bless you.

③ You live rather far away from me in suburbs. If you are staying in France for some time, insha'allah it will be possible one day for me to come to meet you. At the moment, two friends are in hospital, including one French (converted) lady, and next week I have to go on travel, and prepare two articles.

Yours Sincerely,

M. Hamidullah

4, Rue de Tournon,

75006-Paris,

۶۔رجب ۱۴۰۳ھ

عزیزہ خوش رہو! (1)

سلام مسنون۔آج کی ڈاک میں آپ کا نوازش نامہ بھی ملا اور مرسلہ امانتی کتاب بھی۔دلی شکریہ۔

آپ نے خط میں اپنا پتہ کہیں نہیں لکھا ہے۔آئندہ احتیاط کیجئے۔اتفاق سے آپ کا پرانا خط جو ابھی تلف نہیں کیا تھا، تلاش پر مل گیا ورنہ کتاب کی رسید بھی آپ کو نہ دے سکتا۔

ان شاءاللہ کسی فرصت میں ضرور ملاقات کا سامان خدا پیدا کر دے گا۔میں آئندہ پیر کو ایک سفر پر جا رہا ہوں۔عباس صاحب کی خدمت میں میرا اسلام۔

میں اسلام آباد بھی رسید بھیج رہا ہوں۔

مخلص

محمد حمید اللہ

۱۔ آخری دونوں خطوط، یعنی خطوط نمبر ۵۔۶ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے محترمہ پروفیسر مسز رضیہ عباس کے نام لکھے تھے۔ مسز رضیہ عباس اوپن یونیورسٹی میں ہماری ساتھی رہیں۔میں اپریل ۱۹۹۶ء تک یونیورسٹی میں تھا، جب کہ مسز رضیہ عباس چند ماہ پیشتر دسمبر ۱۹۹۵ء میں سبکدوش ہوئیں۔انہوں نے از راہ کرم ان خطوط کی نقل مجھے عنایت فرمائی، چنانچہ یہ خطوط بھی بطور یادگار شامل اشاعت ہیں۔ان خطوط میں جس کتاب کا ذکر ہے، وہ میری کتاب "A Study of the Gospel of Barnabas" ہے جو میں نے مسز عباس کے ہاتھ ڈاکٹر صاحب کے لیے پیرس بھجوائی تھی۔